# اعتبارِ وفا

قسط 13

نگہت سیما

یہ سچ ہے کہ محبت میں وقت کا وزن نہیں ہوتا... گفتگو کا وزن نہیں ہوتا، ہر طرف تو کیا دل و دماغ تک پر ایک بے وزن سی کیفیت محسوس ہوا کرتی ہے... کہ دل ودماغ کو کوئی دوسری بات سُجھائی تک نہیں دیتی۔

ایسے حالات میں کسی بھی انسان کے پاؤں جمے نہیں رہتے اور وہ ہر وقت لڑھکتا رہتا ہے۔

مگر خود کو سنبھال کر متوازن رکھنا ہی محبت کا اصل پلیٹ فارم ہے... لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس بے وزنی کے اصول کو بھی محسوس کر لیا جائے... اور مان لیا جائے... کہ محبت کا اوّلین قانون اعتبار ہے... اور وفا کے غُنچے وہیں کِھلتے ہیں... جس گلشن میں اعتبار کا بیج بویا جاتا ہے۔

گلاب چہروں پہ دُھول کتنی مسافتوں کی جمی ہوئی ہے
چراغ آنکھوں میں جانے کتنے سفر کے جالے تنے ہوئے ہیں
نہ چھاؤں جیسی کوئی کہانی نہ جلتی دھوپوں کا کوئی حصّہ
کہاں کا ذکرِ سفر کہ پہلے قدم پہ ہم تو رُکے ہوئے ہیں

''مونا، مونا.....'' اب جبکہ وہ مایوس ہو چکے تھے، وہ انہیں نظر آ گئی تھی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف لپکے تھے۔
رواحہ وہاں ہی حیران سا کھڑا رہ گیا تھا۔
اسٹریچر پر جھکی خاتون نے سر اٹھایا، اجنبیت سے انہیں دیکھا لیکن پھر لمحہ بھر بعد ہی اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک لہرائی۔
''آپ.....!''
''تم نے پہچان لیا مونا.....؟''
''ہاں، تھوڑی دقت تو ہوئی لیکن پہچان لیا۔''
''وقت بھی تو بہت گزر گیا ہے ناں.....'' ان کے لبوں پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔
ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا۔
''دراصل شادی کے فوراً بعد ہی ہم کینیڈا شفٹ ہو گئے تھے۔ کبھی کبھار تین چار سالوں بعد آنا ہوتا تھا پھر امی وغیرہ کے دبئی شفٹ ہونے کے بعد وہ بھی ختم ہو گیا۔ اب تقریباً دس سالوں بعد پاکستان آئی ہوں، یہاں کراچی میں احسان کی سسٹر رہتی ہیں ان کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے ہم۔''
''میں نے ایک بار پہلے تمہیں سگنل پر گاڑی میں دیکھا تھا تب سے تمہیں تلاشتا پھر رہا ہوں۔'' ان کے لہجے میں یک دم ہی صدیوں کی تھکن اتر آئی تھی.....انہوں نے اسٹریچر کی طرف دیکھا جس پر موجود مریضہ تقریباً بے ہوش تھیں۔
''میری نند ہیں، اچانک ہی ان کی طبیعت خراب ہو گئی تو میں گھر پر اکیلی تھی۔ ڈرائیور کے ساتھ انہیں یہاں لے کر آئی ہوں۔'' اس نے پریشانی سے میل نرس کی طرف دیکھا جو اسٹریچر کے پاس خاموش کھڑا تھا۔
''مونا میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، اس وقت تم پریشان ہو اپنا فون نمبر دے دو۔'' انہوں نے پریشان کھڑی مونا کی طرف دیکھا۔
''اوہ ہاں.....'' اس نے کندھے پر لٹکے شولڈر بیگ سے بال پین اور چھوٹی سی ڈائری نکالی۔ جلدی سے نمبر گھسیٹا اور کاغذ پھاڑ کر ان کی طرف بڑھا دیا۔
تب ہی ایک اور میل نرس بھی آ گیا۔ اب انہوں نے اسٹریچر اٹھا لیا تھا۔
''میں تقریباً ایک ہفتہ اور یہاں ہوں۔''
''مونا..... وہ..... تم اس سے ملیں؟'' وہ کہنا چاہتے لیکن لفظ ان کے ہونٹوں پر ہی تھرتھرا کر رہ گئے تھے، وہ معذرت طلب نظروں سے انہیں دیکھتی اسٹریچر کے ساتھ، ساتھ تقریباً بھاگتی ہوئی ایمرجنسی کی طرف جارہی تھی وہاں ہی کھڑے اسے جاتا دیکھ رہے تھے۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ رواحہ ہولے، ہولے چلتا ہوا ان کے قریب آیا۔
''بابا.....!'' اس نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
''بابا یہ خاتون کون تھیں؟''
''یہ مونا ہے چندا کی دوست.....'' انہوں نے کسی گہرے خیال میں ڈوبے ہوئے کہا۔
''ماما کی دوست.....؟'' رواحہ کی آنکھیں یک دم چمکیں اور اس نے بے اختیار پیچھے مڑ کر دیکھا.....اسٹریچر نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔
''ماما کی دوست کیا یہاں کراچی میں ہی رہتی ہیں؟ آپ نے پہلے کبھی ذکر نہیں کیا.....''

''نہیں......یہ ملک سے باہر تھیں، میں نے آج کئی سالوں بعد اسے دیکھا ہے، لاہور میں کئی سال ہم مونا کے گھر کے گراؤنڈ فلور پر رہے تھے۔'' وہ اس کے فون نمبر کو کسی قیمتی متاع کی طرح مٹھی میں بند کیے پارکنگ کی طرف بڑھے تھے۔

''کیا آپ یہاں رک کر ان کا انتظار کرنا چاہتے ہیں؟'' رواحہ نے ان کے ساتھ، ساتھ چلتے ہوئے پوچھا تھا۔

''نہیں، اس وقت وہ پریشانی میں ہے۔'' ابھی تک وہ کسی گہرے خیال میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ''اور مجھے تو سکون اور اطمینان سے کہیں بیٹھ کر بات کرنی ہے...... تم نہیں جانتے رواحہ، مونا مجھے اپنی سگی بہن کی طرح ہی عزیز تھی اور مونا کی امی نے جب میں چھوٹا تھا تو میرا بہت خیال رکھا تھا۔ بابا جان، ہمیشہ ان کے ممنون رہتے تھے۔ لیکن پھر رابطے ٹوٹ گئے۔''

''انہوں نے آپ کو بتایا کہ وہ یہاں کراچی میں کہاں رہائش پزیر ہیں؟''

''نہیں......'' انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''میری اور چندا کی شادی کے فوراً بعد ہی مونا کی شادی ہوگئی تھی اور وہ شادی کے بعد کینیڈا چلی گئی تھی۔ اور آج اتنے سالوں بعد اچانک ملاقات ہوئی ہے۔''

''تو پھر آپ کی دوبارہ کیسے ملاقات ہوگی ان سے...... آپ نے ان کا فون نمبر لیا؟ اگر نہیں لیا تو پلیز لے آئیں جا کر...... یا میں جاتا ہوں، وہ وزیٹر لاؤنج میں ہی ہوں گی لے آتا ہوں...... اسکائی بلو ڈریس والی وہ سوبر سی خاتون تھیں، میں پہچان لوں گا۔'' گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے رواحہ نے کہا تو انہوں نے اپنی بند مٹھی کی طرف دیکھا تھا۔

''نمبر تو لے لیا ہے؟'' رواحہ کو جواب دے کر گاڑی کے دوسری طرف آ کر انہوں نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تو اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے رواحہ انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

''بابا......!'' ان کے بیٹھنے کے بعد رواحہ نے کہا۔

''آپ مونا آنٹی کو گھر پر بلائیں گے یا اُن سے ملنے جائیں گے؟''

''پتا نہیں...... پہلے مونا سے فون پر بات کروں گا پھر اسے گھر آنے کی دعوت دوں گا...... دیکھو کیا کہتی ہے۔''

''آپ کی بہن ہونے کے ناتے وہ میری پھپھو بھی ہوئیں اور ماما کی دوست ہیں تو خالہ بھی۔'' وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح خوش ہو رہا تھا۔ ''پھر تو ان کی زبردست سی دعوت ہونی چاہیے۔''

انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''اور ان کے پاس ضرور ماما کی کوئی تصویر ہوگی اور انہیں نانا جان اور نانو کے متعلق بھی ضرور علم ہوگا کہ وہ آج کل کہاں ہیں۔''

وہ چونکے رواحہ کی آنکھوں سے اشتیاق جھلکتا تھا۔

''میں ان سے ماما کے متعلق پوچھوں گا۔ ان کی پسند، ان کے شوق اور ماما کی ساری باتیں...... آپ نے تو کبھی ماما کے متعلق کچھ زیادہ نہیں بتایا۔'' اس نے شکوہ کیا لیکن وہ ساکت بیٹھے تھے۔

''آپ انہیں کب فون کریں گے بابا؟'' گاڑی مین روڈ پر لانے کے بعد اس نے پھر پوچھا۔

''کچھ دنوں تک کروں گا ابھی تو وہ اپنی نند کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھی۔''

''ٹھیک ہے لیکن جلدی کیجیے گا کہیں وہ واپس کینیڈا نہ چلی جائیں۔'' وہ بہت ایکسائٹڈ ہو رہا تھا۔

''آپ نے بتایا تھا ناں کہ نانا جان اور نانو، ماما کی ڈیتھ کے بعد امریکا سے کینیڈا چلے گئے تھے۔'' اسے ایک دم یاد آیا تھا۔ ''تو مونا آنٹی تو ضرور اُن سے ملتی ہوں گی، انہیں یقیناً نانا جان وغیرہ کے متعلق سب پتا ہوگا۔''

اس کا ایکسائٹڈ ہونا نیچرل تھا۔ اپنی زندگی میں پہلی بار اس نے ایک ایسی ہستی کو دیکھا تھا جس کا تعلق اس کے بے حد قریبی رشتوں سے تھا۔ رشتوں کے نام پر اس کے پاس سوائے بابا کے اور کچھ نہیں تھا۔

انہوں نے بغور اسے دیکھا۔

ان کی کل زندگی کا حاصل، ان کی قیمتی متاع...... ان کے جینے کا آسرا اُس کی دمکتی آنکھیں، اس کے ہنستے لب... پُرجوش لہجہ...... نہیں وہ اسے نہیں گنوا سکتے...... وہ ان آنکھوں کی چمک ماند ہوتے، ہونٹوں کی ہنسی بجھتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ دل کے اندر ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ انہوں نے نچلے ہونٹ کو سختی سے دانتوں تلے دبالیا تھا۔ بے اختیار کھڑکی کھولتے ہوئے انہوں نے ہاتھ باہر کر کے بند مٹھی کھول دی تھی اور دل کو جیسے کسی نے زور سے مٹھی میں بند کر کے کھولا تھا۔ چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ پیچھے کہیں ہوا میں اڑ گیا تھا۔ وہ ایک موہوم سی امید پر رواحہ کو نہیں کھو سکتے تھے۔ وہ اسے ٹوٹتے، بکھرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ تو اس کی ذرا سی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے پھر کیسے...... رواحہ کی خاطر انہوں نے اپنے اندر جلتی امید کی وہ ننھی سی لو بھی بجھا دی تھی جو آج مونا کو دیکھ کر آپوں آپ ان کے اندر جل اٹھی تھی۔ شاید اسے علم ہو...... اسے خبر ہو اور ایک بار صرف ایک بار وہ اسے دیکھ سکیں، دور سے ہی سہی...... وہ رواحہ کو بتائے بغیر ہی مونا سے مل سکتے تھے...... فون پر اس سے بات کر کے جان سکتے تھے لیکن...... یہ انہوں نے کیا کر دیا تھا۔

مونا کا فون نمبر تو اسی وقت انہوں نے...... انہیں اپنی سانس سینے میں گھٹتی ہوئی محسوس ہوئی اور انہیں لگا جیسے ان کا دل ابھی بند ہو جائے گا۔ وہ بیڈ سے گھبرا کر اٹھے اور سامنے کھڑکی کے پردے کھول کر لمبی، لمبی سانسیں لینے لگے، وہ کچھ دیر یونہی کھڑے رہے اور پھر ایک گہری سانس لے کر کھڑکی کے پاس سے ہٹ آئے۔ جب سے مونا سے ملے تھے ان کی کیفیات عجب تھیں...... اس وقت ماضی کے کئی مناظر ان کی آنکھوں کے سامنے لہرا کر دھند بھرنے لگے تو انہوں نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ ایسی کالی سیاہ رات تو ان کی زندگی میں کبھی نہیں آئی تھی۔ اس رات وہ کتنے خوش تھے اور ''بہارو پھول برساؤ میرا محبوب آیا ہے'' گنگناتے ہوئے وہ اپنے بیڈ روم میں آئے تھے۔ بابا جان نے بتایا تھا کہ وہ صبح جا کر چندا کو لے کر آئیں گے، ان کی چندا کی ممی سے بات ہوگئی ہے اور کپڑے تبدیل کرنے سے پہلے ہی انہوں نے بہت بے چینی سے اس کا نمبر ملایا تھا۔ جب سے چندا میکے گئی تھی ان کا معمول تھا کہ وہ بہت باقاعدگی سے رات سونے سے پہلے اس سے بات کرتے تھے حالانکہ باقاعدگی سے ملنے بھی جاتے تھے پھر بھی بیڈ روم میں آتے ہی نمبر ملاتے تھے۔

''ابھی تو جناب یہاں سے گئے ہیں۔'' چندا چھیڑتی دل ہی دل میں نازاں ہوتی۔

''تو کیا ہوا میرا جی چاہ رہا ہے، اپنے بچوں کی والدہ ماجدہ سے بات کرنے کو۔''

''ابھی بچے دنیا میں نہیں آئے ہیں۔'' چندا ہنستی۔

''آجائیں گے۔'' چندا سے بات کیے بغیر تو انہیں نیند ہی نہیں آتی تھی...... سو انہوں نے فون کا سیٹ اپنے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا اور چندا بھی فون رات کو اپنے بیڈ روم میں لے جاتی تھی۔

چندا پہلی بیل پر ہی ریسیور اٹھا لیتی تھی لیکن آج خلافِ معمول اس نے فون اٹینڈ نہیں کیا تھا۔

''کہیں سو تو نہیں گئی۔'' انہوں نے سامنے کلاک پر نظر ڈالی تھی۔ گیارہ بجے تھے۔

''ضرور خفا ہوگی۔'' آج پہلی بار وہ چندا سے ملنے نہیں جا سکے تھے۔

صبح آنکھ دیر سے کھلی تھی بہ مشکل تیار ہو کر ٹائم پر کالج پہنچے...... اور پھر کالج میں بہت مصروف دن تھا اور خلافِ معمول دیر بھی ہوگئی تھی گھر آکر جو سوئے تو پھر فون کی بیل سے ہی آنکھ کھلی تھی۔ انہوں نے سوچا چندا کا فون ہوگا لیکن دوسری طرف کوئی اجنبی لڑکی تھی۔

''وہ سوئی نہیں ہوگی ضرور خفا ہوگی۔'' لبوں پر بے اختیار مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور انہوں نے ایک بار پھر نمبر ملایا تھا اور پھر چندا نے ریسیور کرلیا۔ اس نے بہت آہستگی سے ہیلو کہا تھا۔ انہیں اس کی آواز بہت بھاری بھاری سی لگی۔

''کیا ہوا میری جان، طبیعت تو ٹھیک ہے ناں...... سوری میں آج نہیں آسکا بس ایک کام میں پڑ گیا تھا۔ دیر ہوگئی تو مجھے آنا مناسب نہیں لگا۔ خیر اب تو یہ عارضی جدائی ختم ہونے والی ہے۔ بابا اور میں تمہیں صبح لینے آرہے ہیں۔'' انہوں نے ایک ہی سانس میں ساری بات کرلی تھی۔

''نہیں......'' لمحہ بعد ائرپیس سے آواز آئی تھی۔

''آنے کی ضرورت نہیں ہے...... مجھے اب تمہارے ساتھ نہیں رہنا۔''

''چندا...... یار اتنی ناراضی؟ بتا تو رہا ہوں کہ تمہاری طرف ہی آنے والا تھا کہ......''

''مجھے طلاق چاہیے......'' چندا نے ان کی بات کاٹی تھی۔

انہوں نے ریسیور کان سے ہٹا کر اسے حیرت سے دیکھا تھا، انہیں لگا جیسے ان کے کانوں نے غلط سنا ہو...... یہ بات بھلا چندا کیسے کہہ سکتی تھی۔ وہ مذاق میں بھی ایسی بات نہیں کرسکتی ضرور کسی اور کا نمبر مل گیا ہوگا۔ آواز اور نام کی مناسبت محض اتفاق بھی ہوسکتی ہے۔ خود کو یقین دلا کر انہوں نے دوبارہ نمبر ملایا تھا۔ دوسری طرف چندا ہی تھی۔ تصدیق کرنے کے بعد انہوں نے اطمینان کی سانس لی۔

''کیسی ہو جانم، سوری...... آج تمہاری طرف نہیں آسکا تھا۔ لیٹ ہوگیا تھا، مت پوچھو کیسے خود کو زنجیر کیا ہے۔ صبح ناشتے کے فوراً بعد لینے آجاؤں گا تمہیں۔''

''تم نے غالباً دھیان سے میری بات سنی نہیں ہے کہ مجھے لینے کے لیے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اب تمہارے ساتھ نہیں رہنا...... میں تم سے طلاق لینا چاہتی ہوں۔''

''یہ کیا حماقت ہے چندا اور کیسا جان لیوا مذاق......؟'' وہ تڑپ کر بولے تھے۔

''نہ یہ حماقت ہے، نہ کوئی مذاق...... میں نے جو کچھ کہا ہے، بہت سوچ سمجھ کر کہا ہے۔'' اس کا لہجہ بہت سخت تھا۔ اس نے تو کبھی ذرا سے بھی سخت لہجے میں بات نہیں کی تھی وہ تو کسی سبک خرام ندی کی طرح تھی۔ نرم لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بات کرتی ہوئی۔ نہیں، یہ ان کی چندا نہیں ہوسکتی یہ تو کوئی اور تھی۔

''پاگل ہوگئی ہو چندا کیسی باتیں کررہی ہو۔'' انہوں نے تڑپ کر کہا تھا۔

''پہلے پاگل تھی لیکن اب نہیں اور پلیز مجھے چندا مت کہو...... میں کسی ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جس کا کریکٹر میری نظر میں مشکوک ہو۔''

''تم میرے کریکٹر پر شک کررہی ہو؟'' وہ ماہیِ بے آب کی طرح تڑپے تھے۔

''سنی سنائی پر شک ہوسکتا ہے لیکن آنکھوں دیکھی پر نہیں، مجھے شک نہیں یقین ہے۔'' اس کی زبان جیسے زہر اگل رہی تھی۔ جانے کب سے وہ یہ زہر اپنے اندر اکٹھا کررہی تھی۔ وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پارہے تھے کہ آخر اچانک ایسا کیا ہوگیا تھا۔ کچھ دنوں سے اس کا موڈ ضرور کچھ خراب تھا لیکن اس حد تک......

''تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، پلیز میری بات تو سنو......''

''بہت بے وقوف بن چکی اب نہیں...... اب میں نے تمہیں جان لیا ہے۔''

لاوا پھر بہہ نکلا تھا وہ ششدر سے حیران سے سن رہے تھے...... ان کی قوتِ گویائی جیسے ختم ہوگئی تھی۔ وہ اتنا بھی نہ کہہ سکے کہ وہ ان پر اتنا بڑا الزام کیوں لگا رہی ہے۔ آخر ایسا کیا دیکھا ہے اس نے، ان کے کریکٹر میں کیا خرابی

ہے؟ اس کے لفظ نہیں تھے آگ کے دہکتے ہوئے انگارے تھے جو ان کے وجود پر گر کر انہیں جلا رہے تھے۔

''چندا پلیز!'' انہوں نے بہ مشکل کہا...... لیکن اس نے ایک دم فون بند کر دیا...... یعنی اسے ان کی کوئی بات نہیں سنی تھی...... انہیں اپنے ہاتھوں، پیروں سے جان نکلتی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھی...... کچھ دیر وہ یونہی خالی، خالی نظروں سے ہاتھ میں پکڑے ریسیور کو دیکھتے رہے جس میں سے ٹوں، ٹوں کی آواز آ رہی تھی...... ''کیا ابھی، ابھی انہوں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے...... نہیں، یہ خواب تو نہیں تھا......'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ریسیور کریڈل پر ڈالا...... ایک گہری سانس لی...... ''نہیں چندا ایسا نہیں کر سکتی...... وہ بھلا ایسے کیسے......؟ ضرور کسی نے اسے بہکایا ہے...... اسے کوئی شدید غلط فہمی ہوئی ہے۔'' انہوں نے ریسیور اٹھا کر اس کا نمبر ملایا...... لیکن دوسری بیل کے بعد انگیج کی بیل ہونے لگی تھی اور پھر نمبر ملاتے، ملاتے ان کی انگلیاں تھک گئیں۔ اس نے ریسیور نیچے رکھ دیا تھا......

''وہ ان کا فون ریسیو نہیں کرے گی۔'' بالآخر انہوں نے خود کو یقین دلایا اور اٹھ کھڑے ہوئے...... اور چند لمحوں بعد وہ بابا جان کے سامنے کھڑے تھے۔

''بابا جان میں چندا کی طرف جا رہا ہوں۔'' وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے تھے۔

''اس وقت رات کے ایک بجے......'' ان کی نظر سامنے کلاک پر پڑی تھی۔ ''وہ ٹھیک تو ہے ناں......؟ کیا اسپتال میں ہے؟''

''نہیں، اسپتال میں نہیں ہے۔'' ان کی آنکھیں خوں رنگ ہو رہی تھیں اور چہرہ چیخ رہا تھا۔

''کیا ہوا پھر......؟'' وہ گھبرا گئے تھے۔

''بابا جان میرے ساتھ کچھ غلط ہونے والا ہے۔ بلکہ کچھ غلط ہو گیا ہے۔'' ان کا ضبط جواب دے گیا تھا اور وہ کسی ہارے ہوئے شخص کی طرح ان کے سامنے بیٹھ گئے تھے اور چندا کے ساتھ ہونے والی گفتگو بتاتے ہوئے ان کی طرف بے بسی سے دیکھنے لگے۔

''بابا جان اس نے میری بات نہیں سنی۔ وہ میرا فون ریسیو نہیں کر رہی...... میں یہ اذیت برداشت نہیں کر پا رہا۔'' اور بابا جان نے ان کے بازو کو تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔

''یہ تو تم دونوں میاں، بیوی کی آپس کی بات ہے۔ اگرچہ چندا اس طرح ٹیمپر لوز کرنے والی لڑکی نہیں ہے پھر بھی ہو سکتا ہے اسے تمہاری کوئی بات بری لگ گئی ہو، صبح آرام سے جا کر اس سے بات کرنا...... اس طرح آدھی رات کے وقت جا کر سارے گھر والوں کو جگاؤ گے اور کیا کہو گے ان سے......؟ ہو سکتا ہے اس نے گھر میں کسی سے ذکر ہی نہیں کیا ہو...... جو بات تم دونوں کے درمیان ہے وہ تم دونوں ہی آپس میں طے کرو......'' انہیں بابا جان کی بات سمجھ آ گئی تھی لیکن پھر بھی وہ بہت بے چین، بہت مضطرب تھے۔

''اس نے اتنی بڑی کیسے کہہ دی مجھ سے بابا جان! شادی بیاہ کوئی بچوں کا کھیل ہے کیا...... اسے اگر مجھ سے شکایت تھی تو مجھے بتاتی...... بغیر کسی وجہ کے اس نے میرے کریکٹر......'' ان کی آواز بھرا گئی تھی۔

''میں خود نہیں سمجھ پایا اس کا رویہ...... ہو سکتا ہے وہ اپنی طبیعت کی وجہ سے کچھ چڑچڑی ہو رہی ہو اور اس نے زیادہ ہی کسی بات کو لے لیا ہو......''

''لیکن کیا بات بابا جان......؟ میرا کردار تو کھلی کتاب کی طرح اس کے سامنے ہے۔ کہاں جھول نظر آیا اسے...... کہاں خامی دکھائی دی؟'' وہ روہانسے ہو رہے تھے۔ گو بابا جان خود اپ سیٹ سے ہو گئے تھے لیکن اسے بہلا کر سونے کے لیے بھیج دیا تھا۔ لیکن ایک پل کو بھی ان کی آنکھ نہیں جھپکی تھی۔ وہ پوری رات بے چین رہے تھے اور بابا جان بھی بے چین سے بار، بار اٹھ کر آتے اور انہیں سونے کی تلقین کرتے تھے لیکن نیند کیسے آتی بھلا...... چندا نے اتنی

بڑی بات کہہ دی تھی......ان پر اتنا بڑا الزام لگا دیا تھا۔کیا وہ انہیں نہیں جانتی تھی۔دو سال اکھٹے پڑھا......ایک سال ان کی شادی کو ہونے والا تھا اور ان تین سالوں میں کیا وہ انہیں جان نہیں پائی تھی جو......انہوں نے اس کی گفتگو یاد کرنے کی کوشش کی تھی اور پھر جیسے ان کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا،بجلی سی کوندی تھی۔انہیں آج شام کا واقعہ یاد آیا تھا......وہ کالج سے آکر سوئے تو فون کی بیل پر ہی آنکھ کھلی تھی......دوسری طرف کوئی اجنبی لڑکی تھی...... ''آپ کو کس سے بات کرنی ہے۔'' وہ حیران ہوئے تھے۔

''آپ سے......آپ سر مبشر حسن کے بیٹے ہیں ناں......؟''

''جی......!''

''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''کیوں......؟'' وہ مزید حیران ہوئے تھے۔''اور آپ نے ہمارا نمبر کہاں سے لیا؟''

''مجھے ایک معاملے میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے پلیز انکار مت کیجیے گا۔''

اس نے دوسری بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

''ٹھیک ہے، آپ صبح میرے کالج آجائیے گا۔میں اگر کچھ کر سکا تو ضرور کروں گا۔''

انہیں چندا کی طرف جانا تھا پہلے ہی وہ لیٹ ہوگئے تھے۔وہ ضرور انتظار کر رہی ہوگی۔

''نہیں......پلیز صبح نہیں ابھی......'' اس نے تیزی سے کہا تھا۔

''ابھی میں بہت مشکل سے گھر سے نکلی ہوں......صبح شاید نہ آسکوں......اور پھر صبح آنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے......مجھے اسی وقت آپ سے ملنا ہے پلیز انکار مت کیجیے گا۔''

''لیکن پہلے آپ یہ بتائیں آپ مجھے کیسے جانتی ہیں؟'' وہ الجھے تھے۔

''میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں آپ کو......میں بھی جی......سی میں تھی......آپ سے جونیئر تھی۔''

''آپ کا نام......؟'' انہوں نے اپنے ڈپارٹمنٹ کی جونیئر لڑکیوں کو یاد کرنے کی کوشش کی۔وہ تقریباً سب کے ناموں سے تو واقف ہی تھے۔

''نام جان کر کیا کریں گے آپ......یوں بھی میرا ڈپارٹمنٹ الگ تھا۔''

وہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔

''پلیز یہ کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے، انکار مت کیجیے گا۔'' اس نے پھر کہا۔

''او کے......!'' ان کا نرم دل جیسے اس کی بات پر پریشان ہو گیا تھا۔

''میں گھر پر ہوں آپ گھر آجائیں۔''

''نہیں، گھر پر نہیں آسکتی......میں یہاں جس پی سی او سے فون کر رہی ہوں اس کے قریب ہی ایک ہوٹل ہے......آپ یہاں آجائیں......میں یہاں آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔'' وہ انہیں پتا سمجھانے لگی تھی۔

وہ متذبذب سے پتا سمجھ رہے تھے۔

پتا سمجھا کر اس نے پھر التجا کی تھی۔

''پلیز میں نے بہت آس سے آپ کو فون کیا، مجھے امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔''

''لیکن آپ نے مجھے ہی فون کیوں کیا......جبکہ میں آپ کو جانتا بھی نہیں ہوں۔آپ اپنے کسی عزیز، رشتے دار، جاننے والے سے بھی تو مدد لے سکتی ہیں۔'' کچھ تھا جو اُن کے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔

''ہاں......لیکن مجھے جس سلسلے میں آپ کی مدد درکار ہے وہ آپ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔''

''مگر......'' انہیں چندا کی طرف جانا تھا۔ وہ انتظار کر رہی ہوگی۔ انہوں نے پھر سوچا۔

''میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ بس چند منٹ...... پلیز آپ کو اپنے بابا جان کی اور چندا کی قسم......''

''اوہ......'' انہوں نے ہونٹ سکیڑے تھے۔ وہ جو کوئی بھی تھی انہیں اچھی طرح جانتی تھی اور چندا کو بھی، تب ہی تو اس کے تک نیم سے بھی باخبر تھی اور کسی وجہ سے اپنا نام نہیں بتانا چاہتی تھی۔ تو وہ کیا کریں...... لمحہ بھر کے لیے انہوں نے سوچا...... ایک لڑکی ان سے مدد مانگ رہی تھی تو انہیں اس کی مدد کرنی چاہیے؟ وہ تذبذب میں تھے۔ مگر بالآخر فیصلہ کرنے کے بعد انہوں نے پھر پتا سمجھا تھا۔

''او کے، میں آدھے گھنٹے میں پہنچوں گا، کافی فاصلہ ہے یہاں سے۔''

''تھینک یو میں ساری زندگی آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔''

انہیں لگا جیسے اس کی آواز بھرا گئی ہو، ان کا دل اور بھی پگھلا اور انہوں نے سوچا، یہ لڑکی یقیناً کسی بڑی مشکل میں گرفتار ہے اور اگر میں اس کے کام آسکتا ہوں تو کیا حرج ہے...... چندا کی طرف کچھ دیر سے چلا جاؤں گا۔'' تب وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرنے جا رہے ہیں۔

''پلیز ابھی اپنے والد کو کچھ مت بتایئے گا۔'' اس نے فون بند کرنے سے پہلے التجا کی تھی...... اور وہ بابا جان کو کسی دوست کی طرف جانے کا بتا کر گھر سے نکلے تھے۔ مطلوبہ ریسٹورنٹ کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے وہ ریسٹورنٹ کی طرف جا رہے تھے جب یک دم دائیں طرف سے وہ گملوں کے پیچھے سے نکل کر ان کے قریب آئی تھی۔

''السلام علیکم......'' انہوں نے چونک کر اس لڑکی کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسے پہچانتے تو نہ تھے۔

''پتا نہیں یہ وہی لڑکی ہے یا کوئی اور......'' انہوں نے سلام کا جواب دے کر متذبذب سا ہو کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''میں رینا ہوں...... میں نے ہی آپ کو فون کیا تھا۔''

''اوہ......'' انہوں نے اب کے غور سے اسے دیکھا تھا۔ گہرے میک اپ کے ساتھ وہ کوئی الٹرا ماڈرن لڑکی لگ رہی تھی۔ یہ شکل ان کے لیے بالکل انجان تھی۔ انہوں نے اس لڑکی کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ ان کے کالج میں پڑھتی بھی تھی تو کم از کم ان کا کبھی اس سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ یوں بھی کالج میں تو لڑکیاں بہت سادگی سے آتی تھیں جبکہ اس وقت یہ ٹھیک ٹھاک تیار تھی۔

''دراصل میں یہاں باہر ہی آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اندر اکیلے بیٹھنا کچھ مناسب نہیں لگا تھا مجھے۔ آیئے اندر بیٹھ کر اطمینان سے بات کرتے ہیں۔'' وہ خاموشی سے اس کے ساتھ اندر ریسٹورنٹ کے ہال میں اس کی منتخب کردہ ٹیبل پر آکر بیٹھ گئے تھے۔ لڑکی نے فوراً ہی ویٹر کو بلا کر کچھ لانے کا آرڈر دیا تھا۔

''پلیز کچھ مت منگوائیں۔'' انہوں نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر اسے روکا تھا۔

''جو بھی مسئلہ آپ کو درپیش ہے وہ بتائیں۔ میں زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکوں گا، مجھے جلدی جانا ہے۔''

''یہاں بیٹھنے کا کچھ تو جواز ہونا چاہیے ناں......'' وہ مسکرائی تھی۔

''میں نے صرف کولڈ ڈرنک اور کباب منگوائے ہیں۔''

کچھ ہی دیر بعد ویٹر کوک کے گلاس اور کباب کی پلیٹ رکھ کر چلا گیا تو انہوں نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

''فرمائیں، میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں، ویسے مجھے بالکل یاد نہیں کہ میں نے کبھی آپ کو جی سی میں دیکھا ہو۔''

''دراصل میں نے صرف تین ماہ بعد ہی کالج چھوڑ دیا تھا لیکن ان تین ماہ میں چندا سے کافی سلام دعا ہو گئی تھی سو اس کے حوالے سے میں نے آپ کو جانا تھا۔''

تب ہی انہیں اس کی شکل ذرا بھی یاد نہیں تھی۔
''ہم چھ بہنیں ہیں۔'' ذرا توقف کے بعد اس نے کہنا شروع کیا تھا۔ ''اور ہمارا ایک ہی بھائی ہے، بدقسمتی سے اسے پڑھائی سے کچھ خاص دلچسپی نہیں ہے...... لیکن ابا اسے پڑھانا چاہتے ہیں۔ دو سال سے وہ بی اے میں اٹکا ہوا ہے۔ میرے ابا بہت سخت ہیں، انہوں نے کہہ دیا ہے کہ اگر اس بار بھی وہ کلیئر نہ کرسکا تو وہ اسے گھر سے نکال دیں گے...... یہ اس کا آخری چانس ہے...... باقی تو اس نے کسی نہ کسی طرح سے کلیئر کرہی لیے ہیں بس ایک پیپر رہ گیا ہے اگر وہ کلیئر نہ کرسکا تو پھر نئے سرے سے سب پیپر دینے پڑیں گے...... ابا تو شاید اسے گھر سے ہی نکالیں یا نہ نکالیں لیکن وہ کہتا ہے وہ خود کشی کرلے گا...... اور وہ کر بھی لے گا...... وہ ایسا ہی ہے...... ضدی اور اکھڑ سا...... اماں کا رو رو کر برا حال ہوگیا ہے۔ اسے کچھ ہوگیا تو ہم سب بے موت مرجائیں گے۔ اماں کا تو ساتھ ہی جنازہ اٹھے گا اور......''
''تو میں کیا کرسکتا ہوں۔'' انہیں اس کی یہ ساری لمبی چوڑی بات سن کر ازحد کوفت ہوئی تھی۔
''آپ ہی تو کرسکتے ہیں، آپ کے والد کے پاس اس کا پیپر ہے، اگر آپ ان سے کہہ کر صرف پاسنگ مارکس دلوادیں تو ہم ساری زندگی آپ کے احسان مند رہیں گے۔''
''اوہ تو یہ بات ہے۔'' وہ ساری کہانی سمجھ گئے تھے۔ نمبر بڑھوانے کے لیے اس نے یہ ساری کہانی گھڑی تھی۔
''سوری محترمہ......! میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ نہ میرے بابا اس طرح کا کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی میں کوئی غلط کام کرنے کے لیے سفارش کرسکتا ہوں۔'' بے حد بیزاری سے کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔
''پلیز چند نمبروں سے کیا ہوجائے گا۔ آپ کے بابا کو چند نمبر زیادہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن میرے بھائی کی زندگی بچ جائے گی۔'' اس نے جیسے بے اختیار ان کا بازو تھام کر انہیں روکنے کی کوشش کی تھی۔
''یہ ممکن نہیں ہے محترمہ......'' انہوں نے اپنے بازو سے اس کا ہاتھ ہٹایا تھا۔
''میرے بابا بہت اصولی آدمی ہیں، وہ آپ کے اس ڈرامے سے متاثر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی میں متاثر ہوا ہوں۔''
''یہ ڈراما نہیں ہے۔'' اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں اور پھر سر جھکاتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں میں منہ چھپالیا تھا۔ وہ بیزاری سے کھڑے کچھ دیر اسے دیکھتے رہے......
''محترمہ یہاں آپ کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں، وہ اس طرح آپ کو روتے دیکھ کر کیا سوچیں گے۔'' دوبارہ بیٹھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔
''میرا بھائی مرجائے گا اور اس کی موت......'' اس نے ہاتھ ہٹاتے ہوئے ہاتھوں کی پشت سے چہرہ صاف کیا تھا۔ بات ادھوری چھوڑ کر وہ پھر منت کرنے لگی تھی۔
''پلیز انکار مت کریں...... آپ اپنے......؟''
''میں صرف اتنا کرسکتا ہوں کہ آپ کے بھائی کی پڑھائی میں ہیلپ کردوں......'' انہوں نے اس کی بات کاٹی تھی۔
''صبح آپ اسے میرے کالج میں بھیج دیں، میں اسلامیہ کالج میں پڑھاتا ہوں، وہ مجھ سے آکر ملے...... میں اسے سمجھاؤں گا اور پڑھائی میں اس کی پوری مدد کروں گا۔ انشاء اللہ اگلی بار وہ ناکام نہیں ہوگا۔''
''پلیز......'' اس نے پھر ملتجی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ لیکن انہوں نے اشارے سے ویٹر کو بلا کر بل لانے کا کہا اور اس کے نہ، نہ کرنے کے باوجود وہ چند نوٹ اس پلیٹ میں رکھ اٹھ کھڑے ہوئے اور تیز، تیز قدموں سے چلتے ہوئے ریسٹورنٹ سے باہر نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھے اور ابھی انہوں نے گاڑی کا لاک کھولا ہی تھا کہ وہ تقریباً

بھاگتی ہوئی ان کے قریب آئی تھی اور ان کے بازو پر ہاتھ رکھا تھا۔

''پلیز...... خدا کے لیے......''

''میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چوائس نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سے زیادہ کچھ کرسکتا ہوں۔''

''اچھا صبح میں اسے کالج بھیج دوں گی وقار نام ہے اس کا۔'' مایوسی اس کے لہجے سے جھلکتی تھی۔

انہوں نے ذرا سا رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھا وہ بالکل ان کے قریب کھڑی تھی۔ غیر ارادی طور پر وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹے تھے۔

''میں اسے سمجھاؤں گا مس کہ زندگی اتنی ارزاں نہیں ہے کہ چھوٹی، چھوٹی باتوں پر اسے گنوا دیا جائے۔'' انہوں نے گاڑی کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا۔

''لیکن اس کے لیے ارزاں ہے۔''

انہیں لگا تھا جیسے وہ پھر رونے لگی ہو۔ پارکنگ کی مدھم روشنی میں انہوں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا وہ رو نہیں رہی تھی لیکن اس کی آواز بھرا رہی تھی۔

''آپ نے کبھی محبت کی ہے......؟ شاید نہیں......''

''لیکن وہ اپنی منگیتر سے بہت محبت کرتا ہے اور اس کے سسر نے بھی کہا ہے کہ اگر وہ بی اے کلیئر نہ کرسکا تو وہ اسے اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دیں گے تو وہ پھر خودکشی کے علاوہ اور کیا کرسکتا ہے۔''

''تو موصوف اس وجہ سے خودکشی کرنا چاہتے ہیں۔'' وہ دل ہی دل میں مسکرائے تھے، وہ محبت بچھڑ جانے کے احساس سے ہی جس کرب سے گزرے تھے اس کرب نے ان کے دل کو اس لمحے اس انجانے لڑکے کے لیے گداز کیا تھا۔

''وہ آپ کی بات سمجھ جائے گا ناں......'' وہ پھر جیسے ان کے قریب ہوئی تھی۔

''انشاءاللہ......!'' انہوں نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔

''یہاں سے مجھے آسانی سے کنوینس نہیں ملے گی، کیا آپ مجھے مین روڈ تک ڈراپ کردیں گے۔ مین روڈ پر نزدیک ہی میرا اسٹاپ ہے؟'' انہوں نے ایک لمحے کے لیے سوچا...... آس پاس واقعی ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ پارکنگ میں بھی دو تین گاڑیاں اور چند بائیک کھڑی تھیں۔ لڑکی ذات ہے اور پھر اکیلے جانے کب تک کھڑا رہنا پڑے۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے تھے اور ساتھ ہی پچھلا دروازہ ان لاک کیا تھا لیکن وہ چکر کاٹ کر وہ فرنٹ ڈور کے پاس آکر شیشہ ناک کررہی تھی۔ انہوں نے بے حد بیزاری سے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا تھا۔

''عجیب بے باک لڑکی ہے۔'' انہوں نے سوچا تھا اور گاڑی پارکنگ سے نکال کر روڈ پر لے آئے تھے۔

''اوہ میرے خدا!'' اب انہیں سمجھ آیا تھا۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھاما تھا۔

''ضرور تب ہی چندا کے کسی جاننے والے نے مجھے وہاں ریسٹورنٹ میں اس کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر چندا کو بتایا ہوگا تب ہی تو وہ اتنی بدگمان ہورہی تھی...... اور چندا......'' دل نے کسی خوش فہمی کا ہاتھ تھاما تھا۔ ''جب چندا کو ساری بات بتائیں گے تو چندا کی ناراضی اور غصہ خود ہی ختم ہوجائے گا...... اور کیا نام تھا اس لڑکی کا رینا...... ہاں رینا اور چندا تو اسے جانتی ہے۔ بہت اچھی طرح سے، وہ چاہے تو اس سے تصدیق بھی کرسکتی ہے......'' انہیں کچھ اطمینان تو ہوا تھا پھر بھی وہ سو نہیں سکے تھے اور صبح سویرے ہی تیار ہوکر لاؤنج میں آبیٹھے تھے۔ بابا جان بھی نماز پڑھ کر لاؤنج میں آگئے تھے۔ وہ ان کی بے چینی محسوس کررہے تھے سوان پر دم کرکے ہلکا سا مسکرائے تھے۔

''میری جان ازدواجی زندگی میں کبھی کبھار ایسی چھوٹی موٹی پریشانیاں آتی ہی رہتی ہیں۔ آدمی کو صبر اور حوصلے سے کام لینا چاہیے۔''

''بابا جان مجھے لگتا ہے چندا کو کسی نے مجھے ریسٹورنٹ میں دیکھ کر بتایا ہے۔'' بابا جان کو ساری بات بتاتے ہوئے انہوں نے خیال ظاہر کیا تھا۔'' اور وہ مجھ سے بدگمان ہوگئی...... بابا جان اسے مجھ سے پوچھنا تو چاہیے تھا لیکن اس نے ایک دم فیصلہ سنا دیا...... اتنی بدگمان ہوگئی وہ مجھ سے۔'' شکوہ ان کے لہجے میں در آیا تھا۔'' اسے مجھ پر اعتبار ہونا چاہیے تھا ناں...... اور میری محبت پر یقین لیکن بابا جان مجھے لگتا ہے اسے میری محبتوں پر یقین ہی نہیں تھا۔ اعتبار تو یقین کی کوکھ سے ہی جنم لیتا ہے ناں...... لیکن...... بابا جان اس نے مجھے کردار کا اتنا ہلکا جانا......'' ان کی آواز بھرا گئی تھی۔ وہ تو ان سے خفا تھی ہی خود ان کے دل میں اس کے لیے بے شمار شکوے پیدا ہو گئے تھے۔

''انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا جانم، وقتی غصہ ہے، جب کوئی کسی سے شدید محبت کرتا ہے تو کسی ایسی بات پر جس کی وہ اپنے محبوب سے توقع نہیں کر رہا ہو یوں ہی شدید ردِعمل ظاہر کرتا ہے تو چندا بھی تم سے بہت شدید محبت کرتی ہے سو ہرٹ ہوئی ہے...... جب اسے حقیقت معلوم ہوگی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ انہیں تسلی دے رہے تھے، سمجھا رہے تھے لیکن ان کے دل کو تو پنکھے لگے ہوئے تھے۔ جی چاہ رہا تھا کہ فوراً اس کے پاس جائیں اور اس بے اعتباری پر خوب سارا لڑیں اس سے اور ہزار منتوں کے بعد مانیں لیکن وقت تو جیسے رینگ، رینگ کر گزر رہا تھا۔ جب خدا بخش نے آکر ناشتا لگنے کی اطلاع دی تھی تو انہیں لگا تھا جیسے انہیں لاؤنج میں بیٹھے، بیٹھے صدیاں بیت گئی ہوں...... بابا جان کے اصرار کے باوجود انہوں نے ناشتا نہیں کیا تھا اور صرف چند گھونٹ چائے کے لے کر کھڑے ہو گئے تھے۔

''بیٹا کچھ تو لے لیتے۔'' بابا جان تشویش سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

''بابا جان آپ تیار ہو جائیں، میں آپ کو کالج ڈراپ کر کے چندا کی طرف جاؤں گا۔'' یہ ان کا معمول تھا کہ بابا جان کو ان کے کالج ڈراپ کر کے وہ اپنے کالج جاتے تھے واپسی پر اکثر تو وہ اپنے کسی کولیگ کے ساتھ ہی آجاتے تھے جو قریب ہی رہتے تھے۔ ہاں کبھی کبھار وہ انہیں پک کر لیتے تھے ان کی شادی کے بعد بابا جان نے اپنی پرانی گاڑی فروخت کر کے انہیں یہ نئی گاڑی خرید دی تھی اور ابھی تک ان کے اصرار کے باوجود اپنے لیے الگ گاڑی نہیں خریدی تھی۔

''میں آج کالج نہیں جا رہا، تم جاؤ...... چندا کو ساتھ لے کر آنا میں گھر پر تم دونوں کا استقبال کروں گا۔ اتنے دنوں بعد میری بیٹی گھر آئے گی۔'' وہ مسکرائے تھے لیکن ان کی آنکھوں میں تشویش کے گہرے رنگ تھے۔

''بابا جان وہ میری بات کا یقین تو کر لے گی ناں...... مان جائے گی...... آجائے گی ناں میرے ساتھ۔''

''ارے کیوں یقین نہیں کرے گی...... اور کیوں نہیں مانے گی...... اب اتنی بھی سخت دل نہیں ہے میری بیٹی......'' بابا جان کے ہونٹوں پر امید بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور وہ بابا جان سے دعائیں لے کر دل میں ڈھیروں امیدیں سجائے اور سیکڑوں شکوے لیے وہاں پہنچے تو اس نے ملنے سے انکار کر دیا۔ وہ شاکڈ سے لاؤنج میں کھڑے تھے۔ جب سے چندا اِدھر رہنے آئی تھی اور وہ اس سے ملنے آتے تو ملازمہ سے پوچھ کر کہ چندا کہاں ہے، وہ سیدھے اس کے کمرے میں چلے جاتے تھے لیکن آج ملازمہ نے انہیں لاؤنج میں ہی روک دیا تھا۔

''چھوٹی بی بی اس وقت آپ سے نہیں مل سکتیں۔'' اور ان کے دل میں موجود شکوؤں میں ایک اور شکوے کا اضافہ ہوا تھا...... بابا جان نے کہا تھا کہ یہ تم دونوں میاں، بیوی کی آپس کی بات ہے اس میں دوسروں کو ملوث مت کرو اور اس نے ایک ملازمہ کو اس میں شامل کر دیا تھا...... انہوں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے تاسف محسوس کیا تھا۔

''بیٹھ جائیں صاحب، میں بڑی بیگم صاحبہ کو بتاتی ہوں۔'' ملازمہ چلی گئی تھی لیکن وہ یونہی شاکڈ سے کھڑے رہ گئے تھے۔ جب ممی آئی تھیں اور ہمیشہ کی طرح بہت پیار اور محبت سے ملی تھیں۔

''بیٹھو بیٹا...... میں دیکھتی ہوں شاید سو رہی ہے۔''

''نہیں، وہ جاگ رہی ہے لیکن مجھ سے ملنا نہیں چاہتی۔'' انہوں نے بے حد آہستگی سے کہا۔
''کیا تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا ہے؟'' ممی نے بے حد حیرت سے انہیں دیکھا تھا اور وہ بے حد شرمندہ سے ہو گئے تھے۔
''نہیں لیکن وہ مجھ سے بدگمان ہو گئی ہے، شاید اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' انہوں نے سر جھکاتے ہوئے کہا تھا۔
''پلیز ممی...... آپ اس سے یہ کہیں کہ میری بات سن لے...... میں اس کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی خفگی نے مجھے ساری رات سونے نہیں دیا اس لیے میں صبح اتنے سویرے چلا آیا۔''
انہوں نے وضاحت کی تو ممی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔
اور وہ مضطرب سے بیٹھ گئے تھے۔ بار، بار ان کی نظریں لاؤنج میں کھلنے والے اس کے کمرے کے دروازے کی طرف اٹھتی تھیں۔ ممی کچھ ہی دیر بعد واپس آ گئی تھیں انہوں نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ کچھ پریشان اور الجھی، الجھی سی لگ رہی تھیں۔
''اس کا موڈ اس وقت بہت خراب ہے۔'' انہوں نے معذرت طلب کرتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ''وہ اس وقت تم سے نہیں ملے گی۔ وہ بچپن سے ایسی ہی ہے۔ جب کسی بات پر ہرٹ ہوتی ہے تو یونہی خفا ہو کر بیٹھ جاتی ہے لیکن بہت جلد اس کا دل صاف ہو جاتا ہے...... تم پریشان مت ہو۔ میاں، بیوی کے درمیان ایسی ناراضیاں اور خفگیاں چلتی رہتی ہیں۔'' انہوں نے انہیں پریشان دیکھ کر تسلی دی تھی۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر چلے آئے تھے حالانکہ ان کا جی چاہ رہا تھا وہ سیدھے اٹھ کر اس کے کمرے میں چلے جائیں اور ہاتھ پکڑ کر گھر لے آئیں۔ وہ ان کی بیوی تھی۔ وہ اجڈ اور جاہل ہوتے تو شاید ایسا ہی کرتے لیکن وہ مہذب تھے اور تعلیم یافتہ...... سو وہ ایسی کوئی حرکت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور پھر اگلے کئی دن تک وہ اس سے ملنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ سیکڑوں بار فون کیا لیکن نہ تو وہ ملی تھی اور نہ ہی ان کا فون اٹینڈ کرتی تھی...... اب تو ممی بھی پہلے جیسی خوش دلی سے نہیں ملتی تھیں۔ ممی کے رویے میں انہوں نے رکھائی محسوس کی تھی تب اس روز انہوں نے ممی سے درخواست کی تھی کہ وہ اس سے یہ کہیں صرف ایک بار وہ مجھ سے مل لے میری بات سن لے پھر اس کے بعد اس کا جو بھی فیصلہ ہو گا مجھے منظور ہو گا۔
تب ممی کے کہنے پر وہ اس سے ملنے کو تیار ہو گئی تھی۔
''تم چلے جاؤ، وہ اپنے کمرے میں ہی ہے۔'' ممی نے انہیں لاؤنج میں آ کر بتایا تھا اور خود لاؤنج سے نکل گئی تھیں۔
وہ اپنے کمرے میں سامنے ہی صوفے پر بڑا سا دوپٹا اپنے جسم پر پھیلائے بیٹھی تھی۔
''چندا......'' وہ بے قراری سے اس کی طرف بڑھے تھے۔ اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا تھا اور وہ وہاں ہی ساکت کھڑے رہ گئے تھے یہ وہ نظریں تو نہ تھیں جن میں انہیں دیکھتے ہی ستارے دمکنے لگتے تھے۔
ان نظروں میں بیگانگی تھی، اجنبیت تھی اور ایسی سرد مہری کہ انہیں لگا جیسے ان کا دل ایک ساتھ کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر بکھر گیا ہو اور کرچیاں اُن کے وجود میں چبھی جا رہی ہوں۔
''چندا تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہو؟'' انہوں نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''جو بات تم جانتے ہو اسے دُہرانے کا کوئی فائدہ...... تم وہ کہو جو کہنے آئے ہو۔'' اتنی سپاٹ اتنی سرد آواز کہ انہیں اپنی رگوں میں خنکی سی اترتی محسوس ہوئی تھی۔
''مت کرو ایسا چندا، میں نہیں سہہ پاؤں گا، تمہارا یہ رویہ یہ بے اعتنائی......'' ان کی آواز میں ہزاروں آنسوؤں کی نمی تھی۔

وہ یونہی کھڑے تھے اس کے سامنے اس سے کچھ فاصلے پر اس نے ان سے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا تھا۔

''کیا ہمارا رشتہ اتنا ہی کمزور اور بودا تھا کہ ذرا سی غلط فہمی سے ٹوٹنے لگے؟''

''یقین ٹوٹ جائے تو سب کچھ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہر رشتہ خواہ وہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ ریت کی دیوار سے بھی زیادہ کمزور ہو جاتا ہے اور میرا بھی یقین ٹوٹا ہے، اعتبار کرچی، کرچی ہوا ہے، میں اب اس رشتے کو جوڑے رکھنے سے قاصر ہوں...... سوری......''

''چندا......'' انہوں نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔

''تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔''

''نہیں، مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ میں نے خود تمہیں دیکھا ہے ایک ایسی لڑکی کے ساتھ جس کا حلیہ چیخ، چیخ کر بتا رہا تھا کہ اس کا تعلق کس طبقے سے ہے، تمہارا ذوق ایسا ہوگا، مجھے اس پر بھی حیرت ہے۔''

''ضروری تو نہیں کہ جو دکھائی دے رہا ہو وہ ایسا ہی ہو...... کبھی کبھی بصارتیں اور سماعتیں دھوکا بھی تو دے جاتی ہیں، تم نے صرف اس پر یقین کیا جو تمہیں نظر آیا، تم مجھ سے پوچھتیں تو میں وضاحت کرتا، بتاتا تمہیں کہ حقیقت کیا ہے۔''

''گو مجھے وضاحتوں کی ضرورت نہیں پھر بھی تمہیں آج جو کچھ کہنا ہے کہہ دو۔''

تب انہوں نے اسے ساری بات بتا دی تھی۔

''اس لڑکی کو تم اچھی طرح جانتی ہو چندا...... رینا نام ہے اس کا...... تم اس سے ساری بات کی تصدیق کر سکتی ہو۔''

انہوں نے پُر امید نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اس نے بہت خاموشی سے ان کی ساری بات سنی تھی لیکن اب اس کے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

''میں اس نام کی کسی لڑکی کو نہیں جانتی...... اور یہ صرف ایک دن کی بات نہیں ہے دیکھنے والوں نے کئی بار تمہیں اس لڑکی کے ساتھ دیکھا ہے۔''

''میں نے اس روز سے پہلے اس لڑکی کو کبھی نہیں دیکھا تھا...... میرا یقین کرو چندا......'' انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اسے یقین دلائیں جو اُن کی طرف سے دل پتھر کیے بیٹھی تھی۔

''یقین ہی تو نہیں رہا۔'' گو اس نے بہت آہستگی سے کہا تھا لیکن انہوں نے سن لیا تھا اور انہیں لگا تھا یا سچ مچ ایسا ہی تھا کہ انہیں اس کی سرد مہر آنکھوں کی سطح پر نمی سی تیرتی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔

''میں اخباروں میں پڑھا کرتی تھی کہ ایک جوڑا سرِعام محبت کا اظہار کرتے ہوئے...... اور مجھے یقین نہیں آتا تھا...... یوں ہی گپ لگا کرتی تھی لیکن اس رات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا...... وہ تم سے چپکی کھڑی تھی اور پھر میں نے اسے تمہاری طرف جھکتے ہوئے بھی دیکھا۔''

انہیں لگا تھا جیسے کسی نے انہیں جلتی ہوئی آگ میں دھکیل دیا ہو...... چندا کے ہونٹوں سے نکلنے والا ہر لفظ ان کے وجود پر جیسے آبلے ڈالتا گیا تھا۔

''خدا کے لیے چندا مجھے اس طرح میری ہی نظروں میں ذلیل تو نہ کرو۔''

''میں ذلیل نہیں کر رہی بلکہ حقیقت بتا رہی ہوں۔''

''فار گاڈ سیک اب اور کچھ نہیں......'' شدید ترین بے بسی کے احساس سے انہوں نے اس کی طرف دیکھا تھا انہیں لگا تھا جیسے وہ کچھ دیر اور وہاں کھڑے رہے تو ان کا دل پھٹ جائے گا، وہ ان آنکھوں کی نفرت کیسے برداشت کرتے جن میں انہوں نے اپنے لیے ہمیشہ محبت کے دیے جلتے دیکھے تھے...... وہ تیزی سے باہر نکلے تھے اور پھر رکے بغیر لاؤنج سے نکل کر گیٹ سے باہر نکل آئے تھے۔ پتا نہیں انہوں نے کیسے گاڑی ڈرائیو کی، کیسے گھر تک پہنچے

تھے انہیں خبر نہیں تھی۔ بابا جان ان کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔

''کیا ہوا جانِ پدر......؟'' وہ یک دم کھڑے ہو گئے تھے۔

''بابا جان......'' وہ ان کے گلے لگ کر کسی ننھے بچے کی طرح بلک، بلک کر روئے تھے۔

''اس نے میری بات کا یقین نہیں کیا بابا جان......اس نے اپنی آنکھوں کے گرد بدگمانی کی جو پٹی باندھ رکھی ہے اس کے پار اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا......وہ کچھ دیکھنا ہی نہیں چاہتی......اسے صرف اپنی بصارتوں پر یقین ہے۔''

بابا جان انہیں ہولے، ہولے تھپکتے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد سنبھلے تو بابا جان سے الگ ہو کر وہ کارپٹ پر ہی بیٹھ گئے تھے اور بابا جان ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

''کیا محبت کے رشتے بھی اتنے کمزور اور بودے ہوتے ہیں بابا جان کہ ذرا سی بدگمانی سے ٹوٹ جائیں۔'' انہوں نے بھیگی پلکیں اٹھائی تھیں۔

''کوئی بھی رشتہ اتنا مضبوط نہیں ہوتا جو ٹوٹ نہ سکے چاہے محبت کا رشتہ ہو......چاہے خون کا......یہ الگ بات ہے کہ خون کے رشتے ٹوٹ کر بھی باقی رہتے ہیں......بھلے تعلق نہ رہے لیکن محبت کے رشتے ٹوٹ جائیں تو پھر باقی نہیں رہتے۔''

''بابا جان......'' انہوں نے تڑپ کر انہیں دیکھا تھا اور اپنا سر اُن کے گھٹنوں پر رکھ دیا تھا۔ وہ جیسے اذیت کے پل صراط سے گزر رہے تھے۔ وہ ایک امید جواب تک دل کو آسرا دیے ہوئے تھی کہ شاید میری بات کو سن کر چندا کی غلط فہمی دور ہو جائے اور سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے لیکن وہ امید دم توڑ گئی تھی اور اب جیسے دور تک اندھیرے تھے اور روشنی کی کوئی کرن نہ تھی۔ بابا جان ہولے، ہولے ان کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہے تھے۔

''بابا جان......'' یکا یک انہوں نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تھا۔ ''وہ ویسے کہہ دیتی کہ اسے میرا ساتھ منظور نہیں......وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو میں کیا اسے زبردستی روک لیتا......وہ مجھ پر یوں الزام تو نہ لگاتی......مجھے یوں ذلیل تو نہ کرتی......اس نے مجھے بے کردار جانا بابا جان......'' ان کی آواز پھر بھرانے لگی تھی اور آنکھیں خون رنگ ہو گئی تھیں......جیسے ساری اذیت آنکھوں میں اتر آئی ہو۔

''میں بات کروں گا اس سے......ملوں گا......'' بابا جان نے انہیں تسلی دی تھی۔ ''پہلے میں نے سوچا تھا یہ تم دونوں میاں، بیوی کا معاملہ ہے۔ آپس میں طے کر لو گے لیکن......''

''بابا جان وہ آپ کی بات کا یقین کر لے گی ناں......؟'' وہ آس بھری نظروں سے انہیں تکنے لگے تھے۔

''آپ اسے سمجھا سکتے ہیں، بتا سکتے ہیں کہ آپ کا بیٹا بدکردار نہیں ہے، وہ عورتوں کے پیچھے بھاگنے والا نہیں ہے۔''

بابا جان نے صرف سر ہلایا تھا۔

''وہ لڑکا......تم نے کہا تھا کہ تم نے اس سے کہا تھا وہ اپنے بھائی کو تمہارے پاس کالج بھیجے تو......؟''

امید کی لو پھر سے بھڑکی تھی وہ یک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ وہ اتنے دنوں سے کالج ہی نہیں جا رہے تھے۔ یقیناً وہ کالج آیا ہو گا اور......بہت ساری باتیں بیک وقت ان کے ذہن میں آئی تھیں۔ اگر وہ لڑکی مل جائے تو وہ اسے چندا کے پاس لے جائیں گے اور لیکن وہ جب کالج گئے تو انہیں پتا چلا کہ اس نام کا تو کوئی لڑکا ان کی عدم موجودگی میں ان سے ملنے نہیں آیا۔ انہوں نے ایک، ایک بندے سے پوچھا تھا لیکن وہ آتا تو کوئی نہ کوئی تو بتاتا ناں......بابا جان بھی ناکام ہی رہے تھے۔ انہوں نے چندا سے ہی نہیں اس کی ممی، ڈیڈی سے بھی بات کی تھی لیکن چندا نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا تھا۔ وہ ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے طلاق چاہیے تھی......وہ ساری رات کروٹیں بدل، بدل کر صبح ہونے کا انتظار کرتے تھے۔ نہ راتیں گزرتی تھیں نہ دن......ان کی حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ تب ایک روز وہ اس کے

ڈیڈی کے آفس جا پہنچے۔ ڈیڈی اچھی طرح ملے تھے۔ انہوں نے بہت تحمل سے ان کی بات سنی تھی۔

''میں تمہاری بات کا یقین بھی کرلوں تو وہ نہیں کرے گی۔ میں جانتا ہوں...... وہ میری اکلوتی بیٹی ہے، میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں...... میں اس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ میں اس کی شادی تمہارے ساتھ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ ہم نے اس کے لیے کسی اور کی خواہش دل میں پال رکھی تھی۔ پھر میں یہ بھی سمجھتا تھا کہ وہ جن آسائشوں کی عادی ہے شاید تم اسے وہ آسائشیں نہ دے سکو۔ مجھے تم پر یا تمہارے خاندان پر کوئی اعتراض نہیں تھا تم کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہوسکتے تھے لیکن میں تمہیں چندا کے لیے موزوں نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن مجھ سے اس کے آنسو برداشت نہیں ہوئے، میں اس کا رونا نہیں دیکھ سکا تھا۔ مجھے اپنی خواہش اس کے آنسوؤں کے سامنے بے معنی لگی اور اب بھی میں اس کے آنسو برداشت نہیں کرسکتا وہ جب روتے ہوئے کہتی ہے کہ اسے تمہارے ساتھ نہیں رہنا اور یہ کہ وہ طلاق لینا چاہتی ہے تو میں اسے مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ تمہارے ساتھ ہی رہے، اس کے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں اس لیے میں تم سے کہوں گا اسے طلاق دے دو۔''

اور انہیں لگا تھا جیسے وہ جانکنی کے عالم میں ہوں۔ موت شاید اس سے زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوتی ہوگی جو وہ اس وقت محسوس کررہے تھے۔ وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح ان کے آفس سے باہر آگئے تھے۔ اور پھر انہوں نے کالج جانا چھوڑ دیا تھا۔ کسی بے چین روح کی طرح گھر کے اندر پھرا کرتے، بچوں کے لیے خریدی گئی چیزیں نکال، نکال کر دیکھتے رہتے۔ ان کی آنکھیں ہر وقت سرخ رہنے لگی تھیں...... بابا جان ان کی حالت دیکھ کر خود صدیوں کے بیمار لگنے لگے تھے۔

''بابا جان ہمارے بچے......'' اس روز بڑے دنوں بعد وہ خدا بخش کے بلانے پر بابا جان کے ساتھ ٹیبل پر ناشتا کرنے کے لیے بیٹھے تھے۔ اُن کا کیا ہوگا...... وہ کس کے ساتھ رہیں گے۔ اتنے چھوٹے بچے ماں سے الگ نہیں کیے جاسکتے۔''

بابا جان نے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا تھا اور کچھ دیر پُرسوچ نظروں سے انہیں دیکھتے رہے تھے۔

''میں آج کالج سے واپسی پر چندا کی طرف جاؤں گا۔ لیکن میری جان تم خود کو سنبھالو...... زندگی ایسے نہیں گزرتی...... حقیقت کو قبول کرنے کا حوصلہ پیدا کرو......''

''میں نے حقیقت کو قبول کرلیا تھا بابا جان کہ وہ میرے نصیب میں نہیں...... لیکن پھر اللہ نے اسے میرے نصیب میں لکھ دیا...... اس نے اگر یوں ہی چھوڑ کر چلے جانا تھا تو پھر وہ میری زندگی میں کیوں آئی تھی بابا جان...... کیوں......؟'' وہ بابا جان کو دیکھنے لگے تھے۔ شا کی نظریں ان کی طرف اٹھی تھیں۔

''ہم تقدیر سے نہیں لڑ سکتے جانِ پدر...... پھر بھی ایک کوشش اور کر دیکھتے ہیں'' وہ اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے چلے گئے تھے وہ کتنی ہی دیر تک یونہی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے رہے تھے اور پھر خدا بخش کے برتن سمیٹنے کے بعد اٹھ کر اس کمرے میں آبیٹھے تھے جو اُن کے بیڈروم سے ملحق تھا اور چندا اسے بچوں کے لیے تیار کررہی تھی اور پھر خدا بخش کے اصرار کے باوجود بھی انہوں نے لنچ نہیں کیا تھا اور اس وقت تک اسی کمرے میں بیٹھے رہے تھے جب تک بابا جان آنہیں گئے تھے۔ وہ نڈھال لگ رہے تھے لیکن ان کی آنکھیں زندگی کا پیغام دیتی لگتی تھیں۔ وہ ان کے آنے پر کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئے تھے۔ بابا جان ان کا بازو تھپکتے ہوئے مسکرائے تھے۔

''وہ بچوں کی خاطر سمجھوتا کرنے پر تیار ہے۔'' وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگے تھے انہیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔

''کیا...... بابا جان کیا اس نے کہا کچھ ایسا؟'' انہوں نے اٹک اٹک کر پوچھا تھا۔

''ہاں......'' بابا جان صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

''میں نے اس سے ہونے والے بچوں کی خاطر سمجھوتا کرنے کے لیے کہا......اور......''

''وہ مان گئی بابا جان...... کب...... کب آئے گی وہ گھر؟''

وہ بے قرار ہو گئے تھے۔

''اس نے خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے کے لیے کچھ وقت مانگا ہے...... چند دنوں تک آجائے گی۔''

''آپ کو یقین ہے ناں بابا جان وہ آئے گی؟'' بجھی امیدوں کی راکھ میں کوئی چنگاری بھڑکی تھی۔

''ہاں......'' بابا جان نے ایک گہری سانس لی تھی۔ ''لیکن...... اس نے کہا ہے کہ وہ صرف بچوں کی خاطر یہ زہر پینے کو تیار ہوئی ہے۔ وہ اس گھر میں تو رہے گی لیکن تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھے گی۔''

''بابا جان......!'' ان کی آواز جیسے خوشی سے لرزنے لگی تھی۔

''وہ ایک بار آجائے واپس تو ایک روز اسے میری بے گناہی کا یقین آجائے گا۔ وہ یہاں آجائے گی...... یہاں رہے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا بابا جان......''

خدا بخش آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر آیا تھا لیکن پھر بھی دروازے کی ہلکی سی چرچراہٹ سے انہوں نے چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں۔ وہ حال میں واپس آگئے تھے۔

''کیا بات ہے خدا بخش......؟'' وہ آہستہ سے بولے۔

''کچھ نہیں صاحب یونہی دیکھنے آیا تھا کہ آپ سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں۔''

''بچوں نے کھانا کھالیا؟'' انہوں نے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے سامنے کلاک پر نظر ڈالی تھی۔

''نہیں صاحب، رواحہ صاحب نے کہا تھا کہ آپ جاگ رہے ہوں تو کھانا لگا دوں......''

ایک گہری سانس لے کر انہوں نے خدا بخش کی طرف دیکھا اور بیڈ کی پٹی پر ہاتھ رکھ کر اٹھے...... وہ جب بھی ماضی کے سفر سے پلٹتے تھے ان کا یہی حال ہوتا تھا جیسے سفر کی تکان ان کی ساری توانائی نچوڑ لیتی تھی۔ ایک لمحے کو ان کا جی چاہا وہ خدا بخش سے کہہ دیں کہ انہیں بھوک نہیں ہے لیکن پھر رواحہ کے خیال سے خاموش ہو گئے۔ خدا بخش تاسف سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی سرخ آنکھیں اور ستا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ کس سوچ میں گم لیٹے ہوئے تھے۔ خدا بخش نے اپنے دل میں ان کے لیے بے حد رنج محسوس کیا۔

''صاحب......'' وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ انہوں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''رواحہ کیا کر رہا ہے؟''

''لاؤنج میں بیٹھے گانے سن رہے ہیں۔''

''اور عظام......؟'' انہوں نے خدا بخش کی سوال کرتی نظروں سے نگاہیں چرا کر پوچھا۔

''وہ تو نہیں آئے۔''

''ابھی تک نہیں آیا؟'' ان کی نظریں پھر کلاک کی طرف اٹھی تھیں۔

''تم تو کہہ رہے تھے کہ سامنے پارک تک گیا ہے۔''

''ہاں یہی کہہ کر گئے تھے۔''

''اللہ نہ کرے اسے کچھ ہو......'' وہ پریشان سے ہو گئے تھے۔ انہیں عظام سے ایسی ہی انسیت تھی یا پھر وہ اس کے دشمنوں کی وجہ سے پریشان ہو جاتے تھے۔

''یا اللہ وہ خیریت سے ہو، اسے اپنے حفظ و امان میں رکھنا......'' پاؤں میں چپل پہنتے وہ تیزی سے باہر نکلے تھے۔ رواحہ لاؤنج میں صوفے پر نیم دراز کانوں میں ہیڈ فون لگائے موسیقی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے

آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور اس کے لبوں پر بڑی پیاری مسکراہٹ تھی۔

"رواحہ......" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے اسے بلایا تو وہ آنکھیں کھول کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"جی بابا......!"

"بیٹا عظام پارک گیا تھا ابھی تک نہیں آیا۔" پریشانی ان کے لہجے سے جھلکتی تھی۔

"بابا پارک میں اسے اپنے کوئی جاننے والے مل گئے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔ ابھی اس کا فون آیا ہے کہ ہم کھانے پر اس کا انتظار نہ کریں...... اسے شاید کچھ دیر ہو جائے۔" رواحہ کو ان کا عظام کے لیے پریشان ہونا اچھا لگا تھا، یہ ان کی اس سے محبت کی انتہا تھی کہ وہ اس کے دوستوں کے لیے بھی حساس تھے۔ عظام کے ساتھ ان کی محبت و شفقت دیکھ کر وہ اپنے دل میں ان کے لیے بے انتہا فخر محسوس کرتا تھا۔

"خدا بخش چاچا کھانا لگا دیں۔" رواحہ نے خدا بخش سے بلند آواز میں کہا تو وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دائیں طرف والے سنگل صوفے پر بیٹھ گئے۔

"بابا، عظام کوئی بچہ تو نہیں ہے آپ یوں ہی پریشان ہو جاتے ہیں۔" خدا بخش کو کھانے کا کہہ کر وہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں خدانخواستہ اس کے دشمن......"

"اب تو اتنے سال ہو گئے ہیں مر کھپ گئے ہوں گے ان کے دشمن...... عظام تین سال کا تھا تب اس کے پاپا نے بتایا تھا کہ ایک بار......" رواحہ مسکرایا تو انہوں نے بغور اسے دیکھا۔ اس کے چہرے سے گزشتہ دنوں والی پریشانی مفقود تھی اور آنکھوں میں وہی ہمیشہ والی چمک تھی اور کچھ پالینے کی خوشی اور آسودگی جھلکتی تھی۔ کچھ دن پہلے تو انہوں نے اس کی آنکھوں میں ایسی مایوسی دیکھی تھی جیسے اس نے لنگر اٹھا لیے ہوں اور جہاز لہروں کے حوالے کر دیا ہو......" لیکن

اب وہ...... تو کیا اسے کوئی امید ہاتھ لگی ہے؟ اور کیا کوئی یقین کا دیپ جل اٹھا ہے اس کے اندر، جس کی روشنی اس کے پورے چہرے کو جگمگا رہی ہے۔'' اس کے چہرے پر نظریں جمائے، جمائے وہ مسکرائے تھے۔

''رواحہ، بابا کی جان مجھے کب ملوا رہے ہو اس سے؟''

''بابا......!'' رواحہ ذرا سا جھینپا تھا اور پھر اس کی آنکھیں یوں دمکنے لگی تھیں جیسے ہزاروں کرمک شب ان آنکھوں میں اتر آئے ہوں...... وہ بھی جب خوش ہوتی تھی تو اس کی آنکھیں یونہی دمکنے لگتی تھیں۔ اور اس کے لبوں پر بھی ایسی ہی پیاری سی مسکان سج جاتی تھی جو اس وقت رواحہ کے لبوں پر سجی تھی۔ وہ لمحہ بھر کے لیے کھو سے گئے تھے اور پھر جیسے کسی خیال نے دل کو مٹھی میں لیا تھا تو انہوں نے چونک کر رواحہ کو دیکھا تھا جو کسی حسین خیال میں گم سا ہو گیا تھا۔

''تم نے کہا تھا رواحہ تمہارے اور اس کے راستے مختلف ہیں۔ تو جانم ایک ہی راستے پر قدم رکھنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا کہ وہ تمہارے ساتھ آخر تک چل سکے گی یا نہیں...... کہیں بیچ راہ سے ہی تو پلٹ نہیں جائے گی؟'' ان کے لہجے میں کوئی خوف بولتا تھا اور وہ از خود پریشان ہو کر اسے دیکھ رہے تھے اور دل پر جیسے کوئی ہولے، ہولے انگلیاں مار رہا تھا...... رواحہ جیسے اب بھی کسی تصور میں گم لگتا تھا لیکن اس کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

''کچھ راستے اتنے خوب صورت ہوتے ہیں اور اپنے اندر اپنی دلکشیاں سمیٹے ہوتے ہیں کہ آدمی سوچے سمجھے بغیر ان پر قدم رکھ دیتا ہے اور میں نے بھی سوچے سمجھے بغیر ہی اس پر قدم رکھا ہے۔'' اس نے دل ہی دل میں انہیں مخاطب کیا تھا...... ابھی اس کے پاس بابا کو بتانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا...... ابھی تو ان کے درمیان اس طرح کی کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی...... ساتھ چلنے، ساتھ نبھانے کی بات محبتوں کا اقرار...... ایسا تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ ساتھ، ساتھ چلنے لگے تھے اور اسے لگتا تھا جیسے ان کے راستے ایک ہو گئے ہوں۔ وہ لان میں، لائبریری میں، کلاس روم میں ہر جگہ اسے اپنی منتظر ملتی تھی اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں جگمگانے لگتی تھیں ان بیتے دنوں میں انہوں نے ڈھیروں باتیں کی تھیں۔ ارتفاع نے اسے...... اپنے ماما، پاپا اور بھائی کے متعلق بتایا تھا، اپنے شوق، اپنی دلچسپیاں، اپنی خامیاں، خوبیاں سب...... ظفری ابھی تک یونیورسٹی نہیں آیا تھا اور عالیہ بھی ان دنوں بہت چھٹیاں کر رہی تھیں اور ارتفاع کے ساتھ باتیں کرنا اس کی باتیں سننا اسے بہت اچھا لگتا تھا......

''رواحہ......'' انہوں نے اسے گم دیکھ کر بے چینی سے کہا۔ ''پہلے قدم پر ہی رک کر سوچ لینا چاہیے ورنہ بہت آگے جا کر پلٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔''

''بابا......'' وہ سر جھٹک کر پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوا۔ ''آپ کو یاد ہو گا ایک بار آپ نے کہا تھا۔ محبت بڑا بے اختیار جذبہ ہوتا ہے۔ وہ آدمی کو بے بس کر دیتا ہے۔ ہاتھ پاؤں توڑ کر پھینک دیتا ہے تو......'' اسے اپنے دوستوں جیسے بابا کے سامنے اپنی محبت کا اعتراف کرتے جھجک سی محسوس ہوئی۔

''میں بھی بے اختیار ہو گیا، ہوں بابا...... میں تو پہلے قدم پر ہی پیچھے پلٹنے کا حوصلہ نہیں رکھتا...... آگے جا کر تو پلٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''اور وہ......؟''

''پتا نہیں بابا......'' اس کی نظریں جھک گئیں۔

''اس کے والد کیا کرتے ہیں۔''

''وہ بزنس مین ہیں......''

''بہت بڑے بزنس مین ہیں کیا......؟'' ان کے لہجے میں تشویش تھی۔

''میرے خیال میں......'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو کیا وہ ایک پروفیسر کے بیٹے کو اپنی بیٹی کے لیے قبول کرلیں گے؟'' کسی درد نے ان کے دل میں چٹکی بھری تھی۔
''میں نہیں جانتا بابا لیکن ایک بار اس نے بتایا تھا کہ اس کے پاپا اس سے بہت محبت کرتے ہیں اتنی کہ بعض اوقات اس کی غلط ضد بھی مان لیتے ہیں جبکہ اس کے بھائی افنان اور اس کی ماما کا خیال ہے کہ اس کے پاپا نے اسے بگاڑ دیا ہے۔''
''رواحہ..... روی بیٹے، تم اس سے بات کرو، کھل کر بات کرو..... ابھی بہت دیر نہیں ہوئی۔ تم خود کو سمجھا سکتے ہو، روک سکتے ہو، مجھے ڈر لگتا ہے رواحہ..... مجھے اس دکھ سے خوف آتا ہے جو محبت کی دین ہے، میں تمہارے لیے ڈرتا ہوں، میں تمہیں ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں تمہارا کوئی دکھ برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ تم مجھے اس کے گھر لے چلو تا کہ میں تمہارے لیے دستِ طلب دراز کرسکوں۔''
''او کے بابا ریلیکس.....'' رواحہ نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا۔
''میں بات کروں گا اس سے..... اور آپ پلیز پریشان نہ ہوں..... انسان اپنی تقدیر سے نہیں لڑسکتا..... اگر میری تقدیر میں دکھ لکھا ہے تو مجھے اسے سہنا ہی ہے۔ جب اللہ کسی کو دکھ عطا کرتا ہے تو اسے اس کو سہنے کا حوصلہ بھی عطا کرتا ہے۔'' رواحہ کے تسلی دیتے انداز نے ان کے مضطرب دل کو پُرسکون کردیا اور انہوں نے مسکرا کر رواحہ کی طرف دیکھا..... تب ہی خدا بخش نے کھانا لگنے کی اطلاع دی تو وہ دل ہی دل میں رواحہ کی دائمی خوشیوں کی دعا مانگتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

☆☆☆

وہ ڈی ون میں اپنے لیے مخصوص کیے گئے کمرے میں دونوں ہاتھ پیچھے باندھے بے چینی سے اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا۔ سیمو اور بالی دائیں طرف دیوار کے ساتھ لگے صوفے پر بیٹھے تھے۔ سیمو کی طبیعت اب کافی بہتر تھی اور وہ بہت سکون سے بیٹھا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے رک کر اس نے بالی کی طرف دیکھا۔
''تمہیں یقین ہے کہ تم انہیں ڈاج دینے میں کامیاب ہوگئے تھے؟''
''سو فی صد.....'' بالی نے پورے یقین سے کہا۔
وہ کلینک سے نکلے تو سائیں مٹھا کی ایک گاڑی ان کے پیچھے تھی..... بالی کو فوراً ہی احساس ہوگیا تھا..... سو اس نے جلد ہی اس سے پیچھا چھڑا لیا تھا..... سیمو کو گھر اتار کر وہ فوراً ہی ایرک سے ملنے چلے گئے تھے کیونکہ وقت کم تھا اور اس بار وہ بگ با کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا..... کیونکہ آنے والے دنوں کے لیے جو پلان اس نے بنا رکھا تھا اس کے لیے اسے بگ با کی سپورٹ کی بے حد ضرورت تھی اور بگ با..... بہرحال اس کے لیے اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتا تھا..... وہ مقررہ وقت پر ایرک کے بنگلے پر پہنچ گیا تھا..... گو اس کا ذہن الجھا ہوا تھا، اندر جھکڑ چل رہے تاہم اس نے خود کو کمپوز کر کے ایرک اور ولسن کی ہر بات توجہ سے سنی تھی۔ وہ بگ با سے کیا چاہتا تھا..... اسے کہاں، کہاں اور کس، کس طرح ان کی مدد کی ضرورت تھی اور بدلے میں وہ بگ با کے لیے کیا کرے گا۔ اس نے ایرک سے سوال بھی کیے تھے اور کئی باتوں کی وضاحت بھی چاہی تھی۔ پھر بھی ولسن کی تیز نظروں نے اس کی الجھی کیفیت کو محسوس کرلیا تھا۔
''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ثمر حیات؟'' اسے ولسن کی کھوجتی نظریں اپنے اندر اترتی محسوس ہوئیں۔
''نہیں کچھ طبیعت اپ سیٹ سی ہے، میں کلینک سے سیدھا اِدھر ہی آرہا ہوں، کچھ درد سا محسوس ہوا تھا سینے میں۔''
وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ولسن اس کے متعلق کچھ غلط اندازہ لگائے جیسا کہ پہلے اس نے بگ با سے خیال ظاہر کیا تھا کہ اسے لگتا ہے ثمر حیات انہیں پسند نہیں کرتا۔
''اوہ، پھر تو آپ کو باقاعدہ کسی ہارٹ اسپیشلسٹ کے پاس جانا چاہیے مسٹر ثمر حیات.....'' ایرک نے بھی تشویش

کا اظہار کیا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں مسٹر ایرک کچھ اعصابی کھنچاؤ تھا، ڈاکٹر نے میڈیسن دے دی ہے۔'' وہ جبراً مسکرایا تھا۔

''او کے، آپ سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔ آئندہ بھی ملاقات ہوتی رہے گی۔'' ایرک اٹھ کھڑا ہوا تھا...... اور ولسن نے اس کے اشارے پر ایک بریف کیس اس کی طرف بڑھایا تھا۔

''بگ با کی امانت......'' ثمر حیات نے بریف کیس لے لیا تھا اور پھر ولسن اسے باہر گاڑی تک چھوڑنے آیا تھا۔

''تم پہلی بار بھی مجھے اچھے لگے تھے اور اب بھی اچھے لگے ہو لیکن تم ہر بار مجھے کچھ ناراض اور خفا سے لگتے ہو...... اگر ہمارے بارے میں کچھ ابہام ہے تمہیں تو کسی روز کھل کر بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔'' ولسن بے حد زیرک اور مکار تھا اس نے دل ہی دل میں اسے سراہا تھا۔

''میں بگ با کا محض ایک کارکن ہوں اور آپ کے متعلق وہی بہتر جانتے ہیں، میں ان دنوں کچھ ذاتی مسائل میں الجھا ہوا ہوں اس لیے آپ کو ایسا لگا۔''

''باس، یہ آپ سے کہاں ٹکرا گیا؟''

بالی نے پوچھا تو اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''لمبی کہانی ہے بالی پھر کبھی سہی......'' وہ تھکا، تھکا سا صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کل سے یہ گاڑی باہر نہیں نکالو گے۔ اسے ڈی ٹو کے گیراج میں بند کر دو، میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں تک پہنچے اور میری دشمنی میں تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔''

''آپ حکم کریں باس اسے مزہ چکھا دیتا ہوں۔ ایم پی اے ہے تو اپنے گھر کا۔'' سیمو ہمیشہ سے جذباتی تھا۔

''نہیں سیمو اس کے ساتھ میری ذاتی دشمنی ہے۔ بگ با کا اس سے تعلق نہیں ہے۔ قاتل ہے یہ میری بیوی کا..... اور......'' اندر جیسے کوئی آگ سی دہکی تھی اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

سیمو اور بالی لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئے جیسے وہ اس دکھ کو محسوس کر رہے ہوں جو ثمر حیات کے دل کو کاٹ رہا تھا۔

''بس جان کا بدلہ جان ہے ناں تو کل کا سورج اسے نہیں دیکھ پائے گا یہ سیمو کا وعدہ ہے۔ اس کا ٹھکانہ ڈھونڈنا مشکل نہیں ہوگا۔'' سیمو نے سینے پر ہاتھ رکھا اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''نہیں سیمو......'' ثمر حیات نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''تم لوگ جاؤ آرام کرو......''

''لیکن باس......'' سیمو نے پھر کچھ کہنا چاہا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

''میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا اور اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔''

اس نے ممنون نظروں سے اسے دیکھا۔

سیمو اور بالی چلے گئے لیکن اس کے سینے میں آگ بھڑک رہی تھی، آگ جو پورے وجود کو جلاتی اور راکھ کرتی تھی۔ آج برسوں بعد وہ شخص اس کے سامنے تھا جس نے اسے درد کے ایسے سمندر میں پھینک دیا تھا جس کا کوئی انت نہیں تھا وہ برسوں سے درد کے اس سمندر میں ڈوب، ڈوب کر ابھرتا تھا پھر ڈوب جاتا تھا۔ وہ شخص جس نے اس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔ اس کا دل خالی کر دیا تھا گھر اجاڑ دیا تھا۔ وہ اس کے سامنے تھا لیکن اس کے ہاتھ اس کی گردن کی طرف اٹھ نہیں سکے تھے۔ اس سے اس نے خود کو کتنا بے بس محسوس کیا تھا۔ اور یہ بے بسی فرحی نے آخری سانس لیتے وقت اسے سونپی تھی۔

(جاری ہے)